ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

عظمت شہزاد
پی ایچ ڈی اردو سکالر، سرحد یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور
جاوید منیر
پی ایچ ڈی اردو سکالر، سرحد یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور
محمد اکمل
پی ایچ ڈی اردو سکالر، سرحد یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

خالد فتح محمد کے افسانوں میں تہذیبی و ثقافتی عناصر

Azmat Shehzad
PHD Urdu Scholar, Sarhad University of Science and Information Technology, Peshawar
Javed Munir
PHD Urdu Scholar, Sarhad University of Science and Information Technology, Peshawar
Muhammad Akmal
PHD Urdu Scholar, Sarhad University of Science and Information Technology, Peshawar

Ethnic And Civilizational Elements In Khalid Fateh Muhammad's Short Stories

Khalid Fateh Mohammad is a prominent contemporary writer-He has made a name for himself in novels and fiction. There are various themes in his fiction especially he has played an important role in highlighting Pakistani culture and civilization. He also have an understanding of social problems, hunger, class struggle under the influence of capitalism and sexual and psychological problems of human beings. He also clarified the difference between ancient civilization and modern civilization. Cultural awareness is found in the fictions of Khalid Fateh Mohammad. That is why he has tried to enlighten the generation growing up in the 21st century about the

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

cultural heritage. This article will review the cultural elements of Khalid Fateh Mohammad's fiction.

Key Words: *culture, civilization, psychological, social, customs.*

خالد فتح محمد دور حاضر کے نمایاں ادیب ہیں جنہوں نے انتہائی کم وقت میں ادب میں ممتاز مقام حاصل کیا ہے۔ ان کے ناول اور افسانوں میں پاکستانی معاشرے کے مسائل کی نشاندہی ملتی ہے۔ انہوں نے پاکستانی تہذیب و معاشرت کا مشاہدہ بہ نظر غائر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں پاکستانی عوام کے معاشی و معاشرتی حالات اور تہذیب و ثقافت کی عکاسی ملتی ہے۔

خالد فتح محمد ۱۹۴۶ میں گورداس پور بھارت میں پیدا ہوئے۔ بعد ازاں ان کا خاندان ہجرت کر کے پاکستان کے ضلع گوجرانوالا میں سکونت پذیر ہوا۔ خالد فتح محمد نے ابتدائی تعلیم حاصل کر کے آرمی میں کمیشن حاصل کیا اور آرمی کے عہدے سے قبل از وقت سبک دوش ہو کر علم و ادب کی ترویج و ترقی میں لگ گئے۔ ان کے بقول

> "ملازمت کے ساتھ ساتھ ادب کی آبیاری طرفہ تماشا تھا۔ کیوں کہ سرکاری ملازمت میں ادیب کو کئی طرح کی پابندیوں کا سامنا رہتا ہے۔ لہذا غیر جانب داری سے ملکی مسائل پر خامہ فرسائی ممکن نہیں رہتی۔"(۱)

اردو افسانے کا آغاز بیسویں صدی میں علامہ راشد الخیری کے ہاتھوں ہوا۔ بعض ناقدین کے نزدیک ان کا افسانہ تکنیکی اعتبار سے کم زور ہے تاہم مرزا حامد بیگ کے مطابق خط کی تکنیک میں لکھا گیا یہ افسانہ اردو کا پہلا افسانہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "راشد الخیری کا اردو زبان کا پہلا افسانہ نصیر اور خدیجہ خط کی تکنیک میں لکھا گیا ہے اور یہ تکنیک اس دور کے فکشن کی مقبول ترین تکنیک کہی جا سکتی ہے۔ انگریزی ادب میں پہلی بار سیموئیل رچرڈسن نے اس تکنیک کو اپنے تمثیلی قصے پامیلا میں برتا اور لیو لیپے نے اس تکنیک میں آٹھ خطوط پر مشتمل اپنا افسانہ آئینہ مکمل کیا۔"(۲)

بیسویں صدی میں اردو افسانے کو منشی پریم چند، سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، غلام عباس، انتظار حسین، احمد ندیم قاسمی، عصمت چغتائی اور کرشن چندر جیسے افسانہ نگار میسر آئے جنہوں نے برصغیر کے معاشرتی مسائل کو منظر عام پر لانے میں اہم کردار ادا کیا۔ بیسویں صدی میں برصغیر کے دگر گوں حالات نے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

معاشرے میں کئی تبدیلیاں پیدا کیں۔ نو آبادکاروں کے زیر اثر تہذیب و ثقافت میں بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس کے اثرات ادب میں بھی نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ بعد ازاں تقسیم کے واقعے نے معاشرے کو بری طرح سے متاثر کیا۔ تقسیم کے سانحے کے زیر اثر اردو ادب میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ جس نے تقسیم شدہ ریاست میں تہذیب نو کی بناڈالی۔

تہذیب وسیع المعنی لفظ ہے۔ انسانی طرز حیات، رسم و رواج، مذہب و فلسفہ، فنون لطیفہ اور سماجی رویے تہذیب کے بنیادی اجزا ہیں۔ تہذیب و ثقافت اقوام کے تشخص کا حقیقی سرچشمہ ہے۔ کلچر صدیوں سے انسان کے درمیان شناخت کا ذریعہ رہا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا کے بقول:

> "کلچر کا لغوی معنی تو کانٹ چھانٹ ہے۔ جب آپ پھولوں کی کیاری کو جڑی بوٹیوں سے پاک صاف کرتے ہیں تو گویا کلچر کے سلسلے میں پہلا قدم اٹھاتے ہیں۔۔۔۔۔ انسان کے وہ تخلیقی اقدامات جن کی مدد سے اس نے اپنی ذات کے گھنے جنگل میں رستے بنائے اور پھر ایک مستقل تراش خراش کے عمل سے ان راستوں کو قائم رکھا، کلچر کے زمرے میں آتا ہے۔"(۳)

خالد فتح محمد نے اکیسویں صدی کے انسان اور اس کے داخلی و خارجی مسائل کو اپنی کہانیوں کا موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے سماج میں موجود صنفی امتیازات اور طبقاتی کشمکش کو بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں معاشرے کے ان تمام پہلوؤں کو نمایاں کرنے کی سعی کی ہے جو تہذیب و تمدن سے تعلق رکھتے ہیں۔ خالد فتح محمد کے افسانوں میں عہد گم گشتہ کی بازیافت بھی دکھائی دیتی ہے۔ وہ کلچر کہ جس میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے اور دکھ سکھ بانٹنا لازمی خیال کرتے تھے، ص وہ اسی اپنائیت بھرے ماحول کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ افسانے دھنک کا مرکزی کردار اس طرح خود کلامی کرتا ہے:

> "کیا میں داڑھی بڑھائے، دل میں کسی شاعر کو بسائے علاقوں کے گیت اکٹھے کرتا تھا؟ میں گھروں میں جاتا، بوڑھیوں اور جوان عورتوں کے پاس بیٹھتا، ان کے مسائل سنتا اور وہاں سے اٹھ جاتا۔ ان کی باتوں میں معاشی اور معاشرتی منطق کی بھرمار ہوتی۔ جس سے میں واقف تھا۔"(۴)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

خالد فتح محمد نے اپنے افسانوں میں پنجاب کے دیہی علاقوں کے منظر کو بھی بہ خوبی بیان کیا ہے۔ احمد ندیم قاسمی اور منشا یاد نے بھی پنجاب کے باسیوں کے مسائل اور دیہاتی تہذیب و تمدن پر افسانے لکھے۔ خالد فتح محمد کے ہاں بھی پنجاب کے ثقافتی ماحول کی عکاسی ملتی ہے۔ ان کا افسانہ "تارک میرک" دیہی معاشرت کے ضمن میں منفرد مقام کا حامل ہے۔ اس افسانے میں نہ صرف دیہی تہذیب و ثقافت کے آثار نمایاں ہیں بل کہ دیہاتی لوگوں کے رہن سہن اور بود و باش کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ افسانے کا آغاز دیہاتی ماحول کی منظر نگاری سے ہوتا ہے۔

> "کچھ عرصہ پہلے کے وسطی پنجاب کا ارضی منظر نامہ ایک پر سکون سی انگڑائی لیتے ہوئے نظر آیا کرتا تھا۔ اس میں قدیمیت تھی۔ تاحد نظر پھیلے ہوئے کھیت اور ان میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے درخت اور بیچ بیچ میں درختوں کے چھوٹے چھوٹے جھنڈ جو منظر کو کئی ٹکڑیوں میں تقسیم کر رہے ہوتے۔ ان ٹکڑیوں کے درمیان میں آباد دیہات اس سست اور خوابیدہ سے منظر کو متحرک کر دیتے۔ دیہات کے ارد گرد مویشیوں کے ریوڑ نظر آیا کرتے تھے۔ ہر دیہہ سے تھوڑے فاصلے پر ملہے ہوا کرتے تھے۔ جن میں سانپ آباد ہوتے تو نیولے بھی، خرگوش اور گیدڑ بھی اور اکا دکا لومڑی بھی۔۔۔۔ تب دیہات میں گھوڑوں پر تبادلہ خیال ہوا کرتا تھا۔ ہر چھوٹے زمیندار سے لے کر بڑے مالک تک کھرلی پر کم از کم ایک گھوڑی یا گھوڑے کا ہونا رتبے کی علامت تھی۔"(۵)

خالد فتح محمد نے تہذیب و ثقافت میں تیزی سے رونما ہونے والی تبدیلیوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ افسانے "تارک میرک" وہ پرانے دیہی ماحول کی عکاسی کرتے ہوئے موجودہ حالات کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ گویا وہ پرانے عہد کے ماحول کا آج کے دور سے موازنہ کر رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> "اب میں جب گاؤں جاتا ہوں تو اس منظر نامے کی جگہ جو میری آنکھیں دیکھتی ہیں وہ ناقابل یقین ہے۔ کرینیں کھیتوں میں سے مٹی نکال کر ٹریکٹروں میں بھر رہی ہیں۔ اینٹوں کے بھٹے دھوئیں کے سیاہ بادل اگل رہے ہیں۔ درخت غائب ہو گئے ہیں اور ڈھور، باڑوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ میں جس سڑک پر گاؤں جاتا ہوں وہ کچا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

راستہ ہوا کرتا تھا اور اس پر سفر تکلیف دہ۔ اب سڑک پر گرد کی گئی انچ موٹی تہہ پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور کار کے پیچھے دیکھتے ہوئے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ تیز آندھی چل رہی ہے۔"(۶)

تہذیب جدید میں ایک بڑا مسئلہ نئی آباد کاری کا ہے۔ آبادیوں میں تیزی سے اضافے کی وجہ سے دیہات کا منظر نامہ تبدیل ہو رہا ہے۔ تہذیب نو کے فرد نے آباؤ اجداد کے رسم ورواج کو بھی تج دیا ہے۔

"میرے باپ کی قبر کچی تھی۔ میں نے اسے پکا نہیں کروایا، کیا پتا تھا کہ اجاڑا پڑ جانا ہے۔ قبرستانوں میں یقیناً ہل چلا دیئے گئے ہوں گے۔ جیسے یہاں مڑھیوں کے ساتھ ہوا ہے اگر پکی ہوتی تو شاید بچ گئی ہوتی۔"(۷)

اسی افسانے کا ایک اور اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"میں نے ٹاہلی کی لکڑی کی آگ پر سالن بنانے کا کہا ہوا تھا کیوں کہ کیکر کی لکڑی کے دھوئیں کی کڑواہٹ سالن میں بھی آجاتی ہے۔ تنور کے گھاس کی آگ سے گرم کر کے روٹیاں لگانے کا کہا ہوا تھا۔ پوتے نے منہ میں لقمہ ڈالتے ہی دوبارہ بری سی شکل بنائی یہ بھی ناپسند ہے؟

"ناپسند تو ایک مہذب قسم کا لفظ ہے، انتہائی بد ذائقہ ہے۔"

"مجھے تو احساس نہیں ہوا"۔۔۔۔۔میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں اس کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"آپ کی نسل کی انجوائے کرنے کی حس مر چکی ہے۔"(۸)

خالد فتح محمد نے اپنے افسانوں میں طبقاتی کشمکش کو عمدہ انداز میں بیان کیا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں بھرپور ترقی کے باوجود سماج میں ابھی تک چھوٹے اور بڑے آدمی کے تعین کا معیار اس کی ذات پات یا سماجی حیثیت کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ ذات پات کے نظام میں نیچی ذاتوں کے لوگوں کے ساتھ برابری کا سلوک نہیں کیا جاتا یہ تفریق اگرچہ اسلامی تمدن کے منافی ہے تاہم برصغیر کے مسلمانوں کے ذہن و دل میں اس قدر راسخ ہو چکی ہے کہ آج بھی مسلمانوں میں شادی بیاہ اور دیگر رسوم میں بھی ذات اور برادری کو مرکزیت حاصل ہے۔ اور اگر کوئی اس

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

نظام کے خلاف رد عمل دے تو اس کو معاشرے میں حقیر سمجھا جاتا ہے۔ یہ انسانی تفریق دراصل انسان کی تذلیل کے زمرے میں آتی ہے جس کی نشاندہی ہر حساس فکر ادیب کے ہاں ملتی ہے۔ خالد فتح محمد کے افسانے "واردات" سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "شفیع چارپائی کے وسط میں آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ ہجرے میں بیٹھنے کے لیے ایک ہی چیز تھی۔ اگر عبدالرحیم بھی چارپائی پر بیٹھ جاتا تو وہ دونوں برابری کی سطح پر آجاتے۔ شفیع نے چارپائی پر قابض ہونے کے بعد عبدالرحیم کو سامنے فرش پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ عبدالرحیم فرش پر بیٹھ تو گیا مگر اندر سے کڑھ رہا تھا۔"(۹)

خالد فتح محمد نے اپنے افسانوں میں معاشرے کے افراد کے نفسیاتی رویوں کو بھی بڑے احسن انداز مین بیان کیا ہے۔ جس سماج میں زمینداری اور ذات برادری کا نظام موجود ہو وہاں اولاد نرینہ کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ ایسے خاندانوں میں وارث پیدا کرنے کے لیے سر توڑ کوشش کی جاتی ہے۔ ناکامی کی صورت میں ایک سے زائد شادیاں بھی کی جاتی ہیں۔ خالد فتح محمد کے افسانے "وارث" کا موضوع بھی یہی ہے۔ جس کا مرکزی کردار چوہدری نبی بخش اپنے بیٹے کے قتل کے بعد رنجیدہ ہے تاہم وہ پنچایتی فیصلے میں قاتلوں کو سزائے موت دینے کی بجائے ان کی لڑکی سے شادی کو ترجیح دیتا ہے تاکہ نیا وارث پیدا ہو سکے۔ اس افسانے میں مصنف نے اس معاشرے میں موجود پنچایتی نظام کو بھی بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وڈیروں کی ذہنی پستی کو بھی موضوع بنایا ہے۔ علاوہ ازیں مصنف نے دیہاتی علاقوں میں انصاف کے طریق کار کو بھی واضح کیا ہے کہ وہ ریاستی قانون کا سہارا لینے کی بجائے پنچایت میں اپنے مسائل کا حل نکالتے ہیں۔ اس افسانے کا مرکزی کردار سرپنچ مخصوص وضع قطع کا حامل ہے جو کہ پاکستان کے دیہی علاقوں کی ثقافتی علامت ہے۔ سرپنچ کا ناک نقشہ ملاحظہ کیجیے:۔

> "اس نے آئینے میں مونچھوں کی جڑوں کو غور سے دیکھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ ہر بال جلد کی سطح تک رنگا گیا ہے تو اس نے آئینہ پرے کیا۔ اس نے احتیاط سے پگڑی سر پر رکھ کر ایک دفعہ پھر آئینہ دیکھا۔ باہر نکلتی آہ کو اندر کے کنوئیں میں ڈبویا اور اکڑ کر پنچایت کی طرف چل پڑا۔"(۹)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

افسانے "وراثت" کا مرکزی کردار بیٹے کے قاتلوں کو سزا دینے اور نہ دینے کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ ایک طرف وہ جواں بیٹے کے قاتلوں کو سزائے موت سے ہمکنار کر سکتا ہے تو دوسری طرف قاتلوں کی لڑکی کو بہ طور ونی اپنے نکاح میں لے سکتا ہے۔ یہاں مصنف نے چابک دستی سے بعض دیہات کے رسم ورواج کی عکاسی کی ہے جہاں آج بھی ونی جیسی جاہلانہ اور قبیح رسم موجود ہے۔ اس رسم کے ذریعے لڑکیاں کا استحصال کیا جاتا ہے۔ کسی بھی فرد کی طرف سے کیے گئے جرم کی سزا مجرم کے خاندان کی معصوم لڑکی کو بھگتنا پڑتی ہے جو سراسر بنیادی انسانی حقوق کے منافی ہے۔

> " اب اس کے پاس صرف دو راستے ہیں۔ افضل، محمد دین، جمیلہ اور زہرا کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کرا کے انہیں تختہ دار تک پہنچا دے یا اپنے ہاتھوں سے چاروں کو ختم کر دے۔۔۔ مگر ہر حالت میں اس کی جائیداد غیروں تک پہنچ جاتی جو وہ نہیں چاہتا۔ اسے فکر ہے صرف اپنی وراثت کی۔ اسے ایک وارث درکار ہے اور وارث وہ ان تمام ممکنات سے دستبردار ہو سکتا ہے۔"(۱۰)

خالد فتح محمد نے اپنے افسانوں میں پنجاب کے باسیوں کے رہن سہن اور بود و باش کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ دیہاتی علاقوں کے زیادہ تر لوگوں کی گزر اوقات کھیتی باڑی پر ہوتی ہے اور دیہات میں لوگ علی الصبح زمینوں میں ہل چلانے کی غرض سے نکل پڑتے ہیں۔ انہوں نے دیہی علاقوں کی طرز تعمیر کو بھی بیان کیا ہے کہ جس طرح ان لوگوں کے آپس میں دل ملے ہوتے ہیں اور دکھ سکھ سانجھے ہوتے ہیں بالکل اسی طرح ان کے کچے گھروندے چار دیواری سے عاری ہوتے ہیں۔ اور مکانوں کی چھتیں آپس میں ملحق ہوتی ہیں۔ "کانٹوں کی چبھن" سے ایک اقتباس دیکھیے:

> " ان کا گھر " گاؤں کے درمیان میں تھا۔ تین گھروں کی چھتیں اس طرح ملی ہوئی تھیں کہ وہ ایک ہی گھر لگتا۔ ان دنوں اس کے باپ کے پاس بیلوں کی ایک جوڑی اور دو بھینسیں تھیں۔ علی الصبح جب باقی لوگ ابھی چارپائیوں پر ہوتے، وہ اپنی جوڑی لے کر ہل چلانے نکل جاتا۔ چند لوگوں نے ٹریکٹر خرید لیے تھے اور وہ کافی دیر کے بعد ہل چلانے نکلتے۔ گرمیوں میں باقر اور اس کی بہن چھت پر سوتے۔ ان کے گھر کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ساتھ ہی تیلیوں کا گھر تھا جس میں نیم کا درخت تھا۔ اس درخت پر ارد گرد کے گھروں کے مرغ، مرغیاں رات گزارتے اور مرغوں کی بانگ سے باقر اگر جاگ جاتا وہ اپنے باپ کو جگا دیتا۔"(۱۱)

خالد فتح محمد کے کردار حقیقی زندگی کے عکاس ہیں۔ حقیقت نگاری کے نام پر بعض ادبانے فحش نگاری کو فن کی معراج سمجھا لیکن ایک اچھا کہانی کار افسانے میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے محض عریانی سے کام نہیں لیتا بل کہ معاشرے میں پنپنے والے اخلاق باختہ و قبیح عناصر کی نشاندہی بھی اس طور کرتا ہے کہ کہانی میں اخلاقی گراوٹ کا احساس تک نہیں ہوتا۔ بقول عظیم الشان صدیقی:

"فن صرف عریاں حقیقت نگاری کا ہی نام نہیں ہے۔ اس کا مقصد مسرت و انبساط اور زندگی کی تعمیر و تشکیل بھی ہے۔ احساس جمال اور احساس حسن و تناسب کی بیداری بھی ہے۔ یہ زندگی کو روشنی بھی عطا کرتا ہے ایک فن کار کے ہاں روشنی اور زندگی کی تفہیم و تفسیر و تنقید سے آتی ہے جس سے محرومی افسانہ کی شکست و ریخت اور زندگی کے تضادات کا مرقع تو بنا دیتا ہے لیکن زندگی کرنے کا ہنر نہیں سکھاتا ہے۔ زندگی بسر کرنے کا ہنر سیکھنے کے لیے عام قاری کو خود ہی ان اعمال، تجربات، تصادم اور تضادات سے گزرنا پڑتا ہے۔"(۱۲)

خالد فتح محمد نے بھی اپنے افسانوں میں انسان کی باطنی و نفسیاتی مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ بالخصوص مشرقی معاشرے میں جنسی اختلاط کے مختلف زاویوں پر بات کرتے ہوئے مشرقی انداز بھی اختیار کیا ہے۔ وہ معاشرے میں موجود مختلف طبقات کے جنسی رویوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ کہیں بھی فحش نگاری یا عریانیت کا احساس نہیں ہوتا۔ انہوں نے مشرقی عشق و محبت کی کیفیات کو بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے۔ عمومی طور پر اس معاشرے کے عشاق روحانی عشق کے قائل ہوتے ہیں اور وہ نکاح یا شادی سے قبل جنسی اختلاط کو اچھا نہیں سمجھتے۔ بالخصوص مشرقی عورت عصمت اور حیا کی پیکر ہے۔ وہ جنسی فعل کو نکاح کے بغیر آلودگی سے تعبیر کرتی ہے۔ مصنف نے مشرقی تہذیب کو اپنے افسانوں میں کامیابی سے بیان کیا ہے۔ ان کا افسانہ "ٹیس" اس تہذیب کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

پروردہ مرد و زن کے نفسیاتی مشاہدے پر مشتمل ہے۔ جہاں مرد و عورت شادی ہے پہلے محبت کے بندھن میں بندھے ہوئے بھی جنسی فعل کا ارتکاب کرنے سے اجتناب برتتے ہیں۔ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "مجھے یاد نہیں کہ وہ ایک عمر تھی یا رات کہ ایک پل۔۔۔۔۔اس دوران ہم دونوں تنہا تھے اور ایک دوسرے سے کچھ کہے بغیر، لمبے لمبے گرم سانسوں کی یلغار میں دبے جا رہے تھے۔ اپنی تکمیل سے ہمکنار ہونے کو ہی تھے کہ کسی انجانی قوت نے مجھے تلاش گندم سے باز رہنے پر مجبور کر دیا۔ اگر ہم اپنی خواہشوں کے آگے ہتھیار ڈال دیں تو شاید ہمارا رشتہ کسی نئے دھارے پر بہہ نکلے اور ہم ایک دوسرے کے جسموں کو صحیح معنوں میں چاہنے لگیں۔۔۔۔میں چاہوں گا ہمارے تعلق میں ۔۔۔۔وہ خود کو سمیٹ چکی تھی۔ "میں بھی اس رشتے کو آلودگی سے دور رکھنا چاہوں گی۔"(۱۳)

نئی نسل جدیدیت کے نام پر اجداد کی روایتوں کو ترک کر رہی ہے اور وہ پرانے رسوم و رواج کو دقیانوسی خیال کرتی ہے۔ بعض اوقات صدیوں سے چلی آنے والی خاندانی روایتوں سے موجودہ عہد کے تعلیم یافتہ نوجوان بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے معاشرے میں تصوف کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ لوگ جب کسی صوفی کے حلقۂ ادارت میں شامل ہو جاتے ہیں تو تعلق کا سلسلہ نسل در نسل چلتا ہے لیکن اکیسویں صدی میں نئی نسل نے تیزی کے ساتھ ان روایات کو ترک کیا ہے۔ خالد فتح محمد کا افسانہ "سلسلہ" بیعت کے موضوع پر ہے۔ جب کوئی فرد کسی بزرگ کے ہاتھ ہر بیعت کر لیتا تھا تو پھر یہ سلسلہ آئندہ آنے والی نسلوں تک چلتا رہتا تھا لیکن موجودہ عہد کا نوجوان اس طرح کے سلسلوں کو تنقید کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مذکورہ افسانے میں جعفر خان اولاد نہ ہونے کی وج سے ایک بزرگ کی خدمت میں حاضری دیتا ہے جو اس کو ہر سال دربار پر حاضری کی منت مانگنے کا کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ چوہدری جعفر کے ہاں بیٹا پیدا ہو جاتا ہے اور یوں یہ سلسلہ اس کے بیٹے سے ہوتا ہوا تین نسلوں تک چلتا ہے لیکن لندن سے تعلیم یافتہ اس کا پوتا بچپن سے ہی میلوں کے اس پیدل سفر کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتا ہے اور بالآخر اپنے والد کے انتقال کے بعد وہ اس روایت کو توڑ دیتا ہے:

> " اسے اپنے خاندان کی کئی دقیانوسی روایات کو توڑنا پڑا۔ آٹھ پوس کو زیارت کا سفر اسے ایک پہیلی لگتا تھا۔ وہ جب دس برس کی عمر میں وہاں گیا تھا تو اس کا باپ باگ

تھامے چل رہا تھا۔ وہ گھوڑی پر سوار تھا۔ اس سفر میں ہر قدم پر اسے تضحیک کے تازیانے لگے تھے۔"(۱۴)

مذکورہ افسانے میں خالد فتح محمد نے مختلف کرداروں کے ذریعے باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ معاشروں میں رچی بسی بعض رسمیں اگرچہ عقلی جواز نہیں رکھتیں لیکن چونکہ روایات قوموں کی شناخت کا ذریعہ ہوتی ہیں لہذا نسل نو کو بھی اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی روایات کو برقرار رکھنے کی سعی کرنی چاہیے۔

"روایتیں ہم سے نہیں، ہماری شناخت رویتوں سے ہے۔ تمہارا خاندان پنجاب میں ایک روایت کا امین تھا وڈاور یہی اس کی وجہ عزت تھی۔ تم نے اس روایت کو نہیں توڑا، اپنی پہچان ختم کی ہے۔ انا اور عزت تو relative چیزیں ہیں identity is permanent۔"(۱۵)

خالد فتح محمد ایسے افسانہ نگار ہیں جنہوں نے کہانی میں ذاتی تجربات ومشاہدات کی بنا پر حاصل شدہ نتائج کے ذریعے فکری ترسیل کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے معاشرے کا گہرا مطالعہ کیاہے اور وہ زندگی کی تفسیر و تنقید کے ذریعے لوگوں میں شعور پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کہانیوں کے کردار ماورائی نہیں ہیں بلکہ وہ معاشرے کے حقیقی کردار ہیں جو ہمیں اپنے ارد گرد چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ پنجاب کے دیہاتی تمدن طرز تعمیر اور طرز حیات کو وہ اپنی کہانیوں میں بڑی عمدگی سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں مغلیہ طرز تعمیر کا تذکرہ دراصل ان کے تاریخی و ثقافتی شعور کا غماز ہے جو نو آبادیاتی اثرات کے زیر اثر رفتہ رفتہ معدوم ہوتا چلا گیا۔ افسانہ "بے جان، جاندار" ایک ایسے مکان کی کہانی ہے جو مغلیہ طرز تعمیر کا نمونہ ہے لہذا اس کی اپنی ایک تاریخی حیثیت ہے۔ اس افسانے کی انفرادیت یہ ہے کہ کہانی کا مرکزی کردار مکان خود ہے جو اپنی کہانی اپنی زبانی بیان کرتا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"میری تعمیر ایک منصوبے اور نقشے کے تحت کی گئی تھی۔ شیخ منظور الہی نے مجھے مغلیہ اور ترک طرز تعمیر کے امتزاج سے کھڑا کیا۔ میری ایک تاریخی اہمیت تھی۔۔۔ مجھے لگا نائلہ، ریحان کا جوڑ نہیں ہے۔ ریحان ایسے گھر میں رہتا ہے جسے تاریخی اور ثقافتی طرز پر کھڑا کیا گیا تھا۔ نائلہ ایسے مکان میں رہتی آئی ہے جسے ایسے نقشے کے تحت بنایا

گیا تھا جس کی کوئی ثقافتی تاریخ نہیں۔"(۱۶)

پنجاب کے دیہات کی مناظر کسی کے ساتھ ساتھ خالد فتح محمد کے ہاں روایتی کھانوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ دیہی علاقوں میں آج بھی ساد، مکئی اور مکھن کو بڑے شوق سے کھایا جاتا ہے۔ مہمانوں کی آمد بھی اس معاشرے میں باعث برکت تصور کی جاتی ہے تاہم دیہات اور شہروں میں تواضع کے طریقے مختلف ہیں۔ دیہات میں روایتی کھانے پیش کیے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں دیہاتی کلچر میں مہمانوں کو گھر کے فرد کی طرح سمجھا جاتا ہے اور ان کی تواضع بے تکلفی کے ساتھ خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ بٹھا کر کی جاتی ہے۔ دیہی کلچر میں بھائی چارے کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اور منہ بولے رشتوں اور دوستیوں کو پورے خلوص کے ساتھ تادم مرگ فرض سمجھ کر نبھایا جاتا تھا۔ افسانے "نارنجی شعلے" میں سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "میں نے سرسوں کا ساگ بنایا ہوا ہے اور مکئی کا آٹا بھی ہے۔ مکھن بھی کہیں سے مانگ لائی ہوں۔ وہ ذرا رکی، رات کا کھانا باورچی خانے میں کھاؤ گے کہ یہاں ہی؟ میری نظر کونے میں پڑے بالن کے ڈھیر کی طرف چلی گئی۔ "یہیں"۔۔۔ یہ کہہ کر میں باہر نکل گیا۔"(۱۷)

خالد فتح محمد کے افسانوں کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ انھوں نے اپنی کہانیوں میں معاشرتی مسائل کے ساتھ ساتھ تہذیبی و ثقافتی عناصر کو بھی بڑی کامیابی سے برتا ہے۔ انھوں نے نسل نو کو نہ صرف قدیم و جدید تہذیب و تمدن کے فرق سے روشناس کرایا بل کہ ان میں تاریخی اور ثقافتی ورثے کی بازیافت کا احساس بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے عہد کے منفرد افسانہ نگار ہیں جنھوں نے اپنے قلم کو سماج کی بہتری کے لیے وقف کر دیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ خالد فتح محمد سے بذریعہ موبائل فون ایک مصاحبہ، ۲۱ اپریل ۲۰۲۲، بوقت ۹:۳۰

۲۔ مرزا حامد بیگ، "اردو افسانے کی روایت"، دہلی، عالمی میڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲۰۱۴، ص ۳۹

۳۔ وزیر آغا، "اردو شاعری کا مزاج"، لاہور، ۱۹۶۵، ص ۱۵۴

۴۔ خالد فتح محمد، "میں"، لاہور، ایکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۹، ص ۲۰

۵۔ ایضاً، ص ۱۵۵

۶۔ ایضاً، ص ۱۵۶

۷، ایضاً، ص ۱۵۹

۸۔ ایضاً، ص ۱۶۲

۹۔ خالد فتح محمد، "جمع تقسیم"، گوجرانوالا، ایم پبلی کیشنز، ۲۰۰۴، ص ۱۰۴

۱۰۔ خالد فتح محمد، "پانچ منٹ کی زندگی"، گوجرانوالا، ادراک پبلی کیشنز، ۲۰۰۵، ص ۱۱۴

۱۱۔ خالد فتح محمد، "تانبے کے برتن"، لاہور، سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۲، ص ۸۹

۱۲۔ عظیم الشان صدیقی، فقیر حسین، ڈاکٹر، مرتبین، "اردو افسانہ فکری و فنی مباحث"، لاہور، بک ٹاک، ۲۰۱۴، ص ۹۵

۱۳۔ خالد فتح محمد، "جمع تقسیم"، گوجرانوالا، ایم پبلی کیشنز، ۲۰۰۴، ص ۲۲

۱۴۔ ایضاً، ص ۳۶

۱۵۔ ایضاً، ص ۳۰

۱۶۔ خالد فتح محمد، "تانبے کے برتن"، لاہور، سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۲، ص ۲۲

۱۷۔ خالد فتح محمد، "میں"، لاہور، ایکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۹، ص ۱۹۸